



جذبہ

03-31-2017



## فہرست

انٹرنیٹ

۱. فن کی دنیا میں وحید مراد کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا.....

سائنس / ٹیکنالوجی

۴. کمپیوٹر وائرس.....

صحت

۵. جلد کی حفاظت اور گھریلو نسخے.....

مشہور شخصیات

۷. جنید جمشید دلوں میں زندہ رہے گا.....

معاشرہ اور ثقافت

۹. عورت.....

---

## فن کی دنیا میں وحید مراد کا

### نام ہمیشہ زندہ رہے گا

مصنف: اشرف

پاکستان کے مقبول ترین فلمی ہیرو، لولی ووڈ کے پہلے سپر اسٹار عظیم اداکار وحید مراد (مرحوم) کا نام فلمی دنیا سے دلچسپی رکھنے والے کسی بھی فرد کے لیے تعارف کا محتاج نہیں ہے، لولی ووڈ فلم انڈسٹری کی تاریخ وحید مراد کے تذکرے کے بغیر ادھوری ہی سمجھی جائے گی۔ وحید مراد کے فن و شخصیت پر ان کی زندگی میں بھی بہت کچھ لکھا گیا اور مرنے کے بعد بھی ان کے بارے میں اتنا کچھ لکھا گیا اور شائع کیا گیا کہ کم از کم پاکستان میں ایسی کوئی دوسری مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعد از مرگ مقبولیت کا جو منفرد ریکارڈ وحید مراد نے قائم کیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اچھا اور سچا فنکار کبھی نہیں مرتا، اس کا کام اس کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھتا ہے۔



وحید مراد سے جو محبت و عقیدت ان کے مداحوں کو تھی اور ہے اس کی نظیر دو رعاشر میں ملنا ناممکن ہے۔ وحید مراد کے مداحوں نے وحید مراد سے اپنی بے لوث اور بچی محبت کی جو روشن مثال قائم کی ہے اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ وحید مراد کے نام کو ان کے شاندار کام، منفرد اسٹائل اور ان کے مداحوں کی چاہت نے زندہ رکھا ہے ورنہ پاکستان کی فلم انڈسٹری میں کتنے ہی بڑے فنکار آئے اور کامیاب بھی ہوئے لیکن وہ شہرت کی اس معراج کو نہیں چھو سکے جو وحید مراد کو ملی۔ ستوش کمار، درپن، سلطان راہی، محمد علی، اقبال حسن، منور ظریف، اسلم پرویز، نگہلا، نثار علی اعجاز جیسے کتنے ہی فنکاروں نے مقبولیت اور کامیابی حاصل کی لیکن انہیں انتقال

کر جانے کے کچھ ہی عرصہ بعد بھلا دیا گیا جبکہ وحید مراد کا انتقال 23 نومبر 1983 کو ہوا تھا اور اب جبکہ ملک بھر میں 33 ویں برسی منائی جا رہی ہے لیکن اس طویل عرصہ میں وحید مراد ہی وہ واحد پاکستانی اداکار ہیں جن کے مداح ان کی برسی کا دن ہر سال مناتے ہیں اور اس موقع پر ان کے لیے قرآن خوانی کا ہتھام کر کے ایٹل ثواب کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

پاکستان کے مایہ ناز اداکار وحید مراد (مرحوم) کے انتقال کو 33 سال ہو چکے ہیں لیکن انہیں آج بھی اس طرح یاد کیا جاتا ہے کہ جیسے وہ زندہ ہوں، ان کی شہرت اور مقبولیت میں وقت گزرنے کے ساتھ کی نہیں آئی بلکہ بعد از مرگ جو مقبولیت اور چاہت وحید مراد کو ملی، شاید ہی ایسی مقبولیت کسی اور فنکار کو نصیب ہوئی ہو کم از کم لولی ووڈ کا کوئی بھی فنکار اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ وحید مراد سے زیادہ مقبول ہے، وحید مراد کو نہ صرف پاکستان کا پہلا سپر اسٹار ہونے کا اعزاز حاصل ہے بلکہ وہ تقریباً تمام پاکستانی فنکاروں کے بھی پسندیدہ فنکار ہیں۔

وحید مراد، 2 اکتوبر 1938 بروز بدھ کراچی میں نامور فلمساز اور اے ”فلم آرٹس“ کے روح رواں فلم پروڈیوسر اور ڈسٹری بیوٹر ثار مراد کے گھر پیدا ہوئے، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے اس لیے بچپن سے ہی بہت لاڈ لے تھے۔ ان کے گھرانے کا شمار پاکستان کے بہت امیر اور باعزت خاندانوں میں ہوتا تھا ان کی والدہ شیریں مراد اور والد ثار مراد دونوں ہی وحید مراد سے بہت زیادہ پیار کیا کرتے تھے۔ وحید مراد نے ابتدائی تعلیم کراچی میں صدر کے علاقے میں واقع مشہور اسکول ”میری کلاس“ میں حاصل کی اور یہیں سے انہوں نے 1952 میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اس کے بعد انہوں نے ایس ایم سائنس کالج سے بی اے کیا اور پھر 1968 میں جامعہ کراچی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ وحید مراد کی شادی ایک اعلیٰ خاندان کی لڑکی سلمی بیگم سے 17 ستمبر 1964 بروز جمعرات وحید مراد کی طلاق روڈ کراچی میں واقع کوٹھی پر ہوئی اس تقریب کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس شادی میں اداکار ندیم نے گانے سنائے، واضح رہے کہ اس زمانے میں ندیم اداکار نہیں بنے تھے بلکہ ایک گلوکار کے طور پر شوقیہ گانے گایا کرتے تھے۔ وحید مراد کے دو بچے ہیں ایک بیٹی عالیہ مراد جو 23 دسمبر 1969 کو پیدا ہوئی اور ایک بیٹا علاء مراد جو 13 نومبر 1976 کو پیدا ہوا۔ وحید مراد کی بیٹی عالیہ مراد کی شادی 12 فروری 1987 کو جناب سید سجاد حسین شاہ کے ساتھ بھیرو خونی انجام پائی۔ وحید مراد 1969 تک کراچی میں مقیم رہے لیکن جب پوری فلم انڈسٹری نے لاہور کو اپنا مرکز بنا لیا تو وحید مراد بھی اپنی فیملی کے ہمراہ لاہور شفٹ

ہو گئے لیکن انہوں نے کراچی میں بھی دو فلیٹ ”سدکو ایونیو“ نزد کراچی پریس کلب خرید رکھے تھے جہاں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دن گزارے۔

وحید مراد نے اپنے فلمی کیریئر میں کل 126 فلموں میں کام کیا جن میں زیادہ تر فلمیں اردو تھیں ان کے کریڈٹ پر پلانٹیم جوبلی، گولڈن جوبلی اور سلور جوبلی کی بے شمار فلمیں ہیں لیکن انہیں پنجابی فلموں میں بھی کافی پسند کیا گیا انہوں نے 9 پنجابی فلموں میں کام کیا اور ایک پنجابی فلم ”مستانہ ماہی“ خود بھی پروڈیوسر کی انہوں نے صرف ایک پشتو فلم ”پختون پہ ولایت کنہ“ میں کام کیا جو درحقیقت وحید مراد اور آصف خان کی کامیاب اردو فلم ”کالا دھندلا گورے لوگ“ کا پشتو ورژن تھی۔ ان کی ایک فلم ”شبانہ“ نے ڈائمنڈ جوبلی منائی۔ وحید مراد کی ذاتی فلم ”ہیرو“ تکمیل کے آخری مراحل میں تھی کہ فلم ہیرو کا ہیرو اس دنیا سے چل بسا۔ وحید مراد کی بطور اداکار پہلی فلم ”اولاد“ 1962 میں ریلیز ہوئی جبکہ ان کی زندگی میں ریلیز ہونے والی آخری فلم ”ہانگ میری بھر دو“ تھی جو 1983 میں ہی ریلیز ہوئی جبکہ دو فلمیں ”ہیرو“ اور فلم ”زلزلہ“ ان کے انتقال کے بعد ریلیز کی گئیں۔ فلم ہیرو 11 جنوری 1985 کو ریلیز ہوئی جبکہ فلم زلزلہ 3 مارچ 1987 کو ریلیز ہوئی جبکہ ان کی دو فلمیں مکمل ہونے کے باوجود آج تک ریلیز نہ ہو سکیں جن میں فلم ”ہم بھی توڑے ہیں راہوں میں“ اور فلم ”میرے جیون ساتھی“ شامل ہیں۔ وحید مراد نے اپنی 23 سالہ فلمی زندگی میں عمدہ کردار نگاری پر 32 ایوارڈ حاصل کیے جن میں 4 نگار ایوارڈ بھی شامل ہیں۔

وحید مراد کی بطور اداکار پہلی فلم ”اولاد“ 1962 میں ریلیز ہوئی جبکہ ان کی زندگی میں ریلیز ہونے والی آخری فلم ”ہانگ میری بھر دو“ تھی جو 1983 میں ہی ریلیز ہوئی جبکہ دو فلمیں ”ہیرو“ اور فلم ”زلزلہ“ ان کے انتقال کے بعد ریلیز کی گئیں۔ فلم ہیرو 11 جنوری 1985 کو ریلیز ہوئی جبکہ فلم زلزلہ 3 مارچ 1987 کو ریلیز ہوئی جبکہ ان کی دو فلمیں مکمل ہونے کے باوجود آج تک ریلیز نہ ہو سکیں جن میں فلم ”ہم بھی توڑے ہیں راہوں میں“ اور فلم ”میرے جیون ساتھی“ شامل ہیں۔

وحید مراد کی بطور اداکار پہلی فلم ”اولاد“ تھی اور بطور ہیرو پہلی فلم ”ہیرو“ اور پھر ”تھی جبکہ ان کی آخری ریلیز شدہ فلم ”زلزلہ“ تھی جو ان کے انتقال کے کئی سال بعد ریلیز ہوئی۔ انہوں نے اپنے انتقال سے قبل جن فلموں کی شوٹنگ میں حصہ لیا ان میں ان کی ذاتی فلم ”ہیرو“ کے علاوہ بھی کئی فلمیں شامل تھیں لیکن ان تمام زیر تکمیل فلموں میں سے صرف فلم ”ہیرو“ ہی ریلیز ہو سکی اس فلم میں وحید مراد کی کئی زیر تکمیل

اوسری فلموں کے سین بھی ڈالے گئے کیونکہ جس وقت وحید مراد کا انتقال ہوا فلم ”ہیرو“ کی فلم بندی مکمل نہیں ہوئی تھی اور ایک گانا اور کچھ سین باقی تھے جن کو فلمانے کا موقع وحید مراد کو نہ مل سکا۔ فلم ہیرو بھی وحید مراد کے انتقال کے کئی سال بعد ریلیز ہوئی اس فلم کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس فلم میں وحید مراد کے بیٹے عادل مراد بھی چائلڈ اسٹار کے طور پر ایک مختصر کردار ادا کر کے اداکاروں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔

وحید مراد کی بطور فلمساز اور اداکار نمایاں فن کارکردگی، منفرد اسٹائل، سونگ کچھرا نیزیشن اور بے مثال مقبولیت کی وجہ سے ان کو بہت پہلے ہی پرائیڈ آف پرفارمنس مل جانا چاہیے تھا لیکن ان کے انتقال کو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد سابق صدر پاکستان آصف علی زرداری نے 2010 میں وحید مراد کو بعد از مرگ ”تمغہ امتیاز“ عطا فرما کر وحید مراد کے لاکھوں مداحوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کر کے ان کے دل جیت لیے۔ یہ ایوارڈ ایک پر وقار تقریب میں وحید مراد مرحوم کی بیوہ سلمیٰ مراد نے اس وقت کے صدر پاکستان سے وصول کیا۔ واضح رہے کہ صدر پاکستان کی کرسی پر فائز رہنے والے آصف علی زرداری ماضی میں ایک فلم ”ساگرہ“ میں وحید مراد کے بچپن کا کردار بھی ادا کر چکے ہیں۔

پاکستان کے پہلے سپر اسٹار وحید مراد کا شمار فلم انڈسٹری کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے اداکاروں میں ہوتا تھا، انہوں نے پاکستانی فلموں میں اپنے کیریئر کا آغاز ایک فلمساز کے طور پر 1960 میں کیا اور بطور فلمساز 12 فلمیں پروڈیوس کیں جن میں سے 4 فلموں کی کہانیاں بھی انہوں نے خود تحریر کیں جبکہ اپنی ذاتی فلم ”اشارہ“ کی ہدایتکاری بھی کی اور اسی فلم میں ایک گانا بھی بطور گلوکار انہوں نے گایا، بطور فلمساز ان کی پہلی فلم ”انسان بدلتا ہے“ تھی جس کے بعد انہوں نے فلم پروڈیوسر کی حیثیت سے اپنی دوسری فلم ”جب سے دیکھا ہے تمہیں“ بنائی اس کے علاوہ وحید مراد نے بطور فلمساز ایک پنجابی فلم ”مستانہ مائی“ بھی پروڈیوس کی جس کے ہیرو بھی یہ خود ہی تھے۔ گڈاسہ کلچر پر مبنی فلموں کے دور میں انہوں نے ایک صاف ستھری رومانی پنجابی فلم ”مستانہ مائی“ بنا کر فلموں کا ٹریڈ بدلا ان کی پہلی ہی پنجابی فلم نے سپر ہٹ کامیابی حاصل کر کے ان کو اردو فلموں کے ساتھ ساتھ پنجابی فلموں کا بھی کامیاب اداکار بنا دیا جس کے بعد ان کو متعدد پنجابی فلموں میں کاسٹ کیا گیا۔ فلمساز کی حیثیت سے اپنی بنائی ہوئی ابتدائی دونوں فلموں ”فلم جب سے دیکھا ہے تمہیں اور فلم انسان بدلتا ہے“ میں یہ خود ہیرو نہیں آئے بلکہ انہوں نے اپنی ان دونوں فلموں میں اداکار درپن کو ہیرو دیا تھا، وہ صرف ان فلموں کے پروڈیوسر تھے

لیکن بطور فلمساز ان دونوں فلموں کی تکمیل کے دوران انہیں اداکار درپن نے بہت زیادہ پریشان کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے فلمساز کی حیثیت سے جب اپنی تیسری فلم ”ہیرا اور پتھر“ شروع کی تو اس فلم کے لیے انہوں نے کسی دوسرے ہیرو کو کاسٹ کرنے کے لیے سوچنا شروع کیا اسی دوران ان کے قریبی دوستوں نے ان کو مشورہ دیا کہ چونکہ وہ خود بھی اسٹار اور خوبصورت ہیں لہذا وہ اس فلم میں خود ہی ہیرو کا کردار ادا کریں۔ یہ بات وحید مراد کے دل کو بھائی اور بطور فلمساز انہوں نے اپنی تیسری فلم ”ہیرا اور پتھر“ میں ہیرو کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فلم میں نہ صرف وہ خود ہیرو آئے بلکہ اپنے دوستوں کو بھی اس فلم کے ذریعے فلمی دنیا میں متعارف کروایا جن میں ہدایتکار پرویز ملک، موسیقار سہیل رانا، نغمہ نگار مسرور انور، ہدویں کار ایم عقیل خان اور کئی نئے فنکار شامل تھے، فلم ”ہیرا اور پتھر“ کی شاندار کامیابی نے نہ صرف وحید مراد کو فلمی ہیرو بنا ڈالا بلکہ فلم انڈسٹری کو کئی ایسے نامور فنکار دیے جنہوں نے آگے جا کر بڑا نام اور مقام پیدا کیا۔ 1961 میں وحید مراد کو ہدایتکار ایس ایم یوسف نے اپنی فلم ”اولاد“ میں ایک اہم رول میں پہلی بار کاسٹ کیا اور یوں بطور اداکار وحید مراد کی پہلی فلم ”اولاد“ اگست 1962 میں ریلیز ہوئی اور 50 ہفتے چل کر گولڈن جوبلی کرنے کا اعزاز حاصل کیا لیکن وحید مراد کو اصل شہرت اور کامیابی اپنی ذاتی فلم ”ہیرا اور پتھر“ سے ملی جس میں انہوں نے پہلی بار بطور ہیرو کام کیا اور بہت پسند کیے گئے، یہ فلم 4 دسمبر 1964 میں ریلیز ہو کر شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوئی اس فلم میں وحید مراد کی ہیروئن اداکارہ زیبا تھیں، اس فلم کی کامیابی سے لوی ووڈ کو ایک ایسا اسٹائش رومانی ہیرو مل گیا جس نے آگے چل کر پاکستان فلم انڈسٹری کا نام دنیا بھر میں مشہور کیا۔ وحید مراد کو پاکستان کی پہلی پلاٹینم جوبلی فلم ”مران“ کا مصنف، فلمساز اور ہیرو ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے یہ فلم 1965 میں ریلیز ہوئی اس فلم میں بھی وحید مراد کی ہیروئن اداکارہ زیبا تھیں۔ فلم ہیرا اور پتھر کے بعد فلم ارمان کی فقید المثال کامیابی سے وحید مراد اور زیبا کی فلمی جوڑی راتوں رات سپر ہٹ ہو گئی اور ان دونوں کا نام ہی فلموں کی کامیابی کی ضمانت بن گیا اور ان دونوں کو متعدد فلموں میں ایک ساتھ کاسٹ کیا گیا جن میں سے تقریباً تمام ہی فلمیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں جبکہ انہوں نے متعدد فلموں میں اداکارہ روزینہ، اداکارہ دیبا اور اداکارہ نشو کے ہمراہ ہیرو کا کردار ادا کر کے کامیابی بھی حاصل کی لیکن وہ چاہتے تھے کہ کسی ایسی اداکارہ کے ساتھ اپنی جوڑی بنائیں جو زیبا کا نعم البدل ثابت ہو سکے چنانچہ انہوں نے بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) کی فلموں میں کام کرنے والی ایک اداکارہ شبنم کو مغربی پاکستان بلا کر اپنی ذاتی فلم ”سمندر“ میں اپنے ساتھ بطور ہیروئن کاسٹ کیا اور ان کا یہ تجربہ بہت کامیاب ثابت ہوا فلم سمندر نے بھی سپر ہٹ کامیابی حاصل کی اور یوں ان کی جوڑی

اداکارہ شبنم کے ساتھ بھی ہٹ ہو گئی جس کے نتیجے میں ان دونوں کی متعدد فلموں نے سپر ہٹ کامیابی حاصل کی جن میں خاص طور پر فلم عندلیب، ہندگی، نصیب اپنا اپنا اور لاڈلا جیسی فلمیں شامل ہیں جن کو آج بھی شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو وحید مراد نے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا، شبنم کو مغربی پاکستان میں وحید مراد نے ہی انٹرویو س کروایا، پرویز ملک، سہیل رعنا اور مسرور انور کو فلمی دنیا میں متعارف کروانے اور بام عروج پر پہچانے والا وحید مراد اپنے ہی دوستوں کی بے رخی اور احسان فراموشی کا شکار ہوا تو وہ یہ غم برداشت نہ کر سکا اور چونکہ وہ ایک حساس دل رکھتا تھا اس لیے وہ بہت زیادہ دلبرداشتہ ہو گیا جس کا اثر ان کی صحت پر بھی پڑا اور اسی دوران وحید مراد کے والد نثار مراد کا بھی انتقال ہو گیا، وحید مراد اپنے والد سے بہت پیار کرتے تھے وہ اس صدمے کو برداشت نہ کر پائے اور شدید ڈپریشن کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے اور آخری دنوں میں اسی ڈپریشن کی وجہ سے ان کے کئی ایکسیڈنٹ بھی ہوئے جن میں ان کے چہرے پر بھی زخم آئے جن کے علاج اور سرجری کے لیے وہ کراچی آئے ہوئے تھے جہاں ان کے ساتھ صرف ان کا بیٹا عادل مراد موجود تھا جس کی عمر اس وقت صرف 13 سال تھی۔ وحید مراد کی وائف سلمیٰ مراد اور ان کی بیٹی عالیہ مراد ان دنوں ہوسٹن امریکہ میں مقیم تھیں۔

اپنے انتقال سے چند روز قبل وہ کراچی میں پریس کلب کے قریب ”سدکو ایونیو“ میں واقع اپنے ذاتی فلیٹ سے اپنی منہ بولی بہن بیگم ممتاز ایوب کے گھر منتقل ہوئے تھے، انہوں نے انتقال سے 10 دن قبل اپنے بیٹے عادل مراد کی ساگرہ بھی بنائی تھی جس کے بعد وہ اپنے چہرے پر لگے ہوئے زخموں کی پلاسٹک سرجری کے لیے سرجن سے ٹائم لے چکے تھے کہ 23 نومبر 1983 کو وہ کراچی میں اپنی منہ بولی بہن بیگم ممتاز ایوب کی رہائش گاہ پر اپنا پاک انتقال کر گئے اور ان کی وفات کے ساتھ ہی فلمی دنیا کے ایک سنہری دور کا خاتمہ ہو گیا، ان کے انتقال سے دو ہفتے قبل کراچی میں قائم الحروف نے ان سے ”سدکو ایونیو“ نزد کراچی پریس کلب میں واقع ان کے فلیٹ میں ان سے ملاقات کی تھی جس کے دوران ان کا پرانا ملازم سکندر بھی موجود تھا اس یادگار ملاقات میں وحید مراد صاحب کو میں نے اپنے مضامین اور ان کی تصاویر پر مشتمل ایک البم بھی پیش کی جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے لیکن مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ وہ وحید مراد جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ بے قرار رہتے تھے اور جس کی خوبصورتی اور اسٹائش کے چرچے گھر گھر ہوا کرتے تھے اس ملاقات میں وہ کسی شاندار عمارت کا کھنڈر دکھائی دے رہا تھا، ڈپریشن اور مایوسی نے وحید مراد کی خود اعتمادی اور قابل رشک جوانی کو دیمک کی طرح کھا لیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی مایوسی اور ڈپریشن لاکھوں فلم بینوں کے پسندیدہ فنکار



وحید مراد کی موت کی وجہ بنا۔



وحید مراد پاکستانی فلموں کے پہلے ڈانگ ہیرو اور پہلے سپر اسٹار تھے ان کے ہیئر اسٹائل، چال ڈھال، لباس، لب و لہجہ، اداکاری اور خاص طر پر گانوں کی فلمبندی کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے ان کے اسٹائل کو نہ صرف پاکستان بلکہ بھارت میں بھی عام لوگوں اور فلمی دنیا کے نامور سپر اسٹارز نے کاپی کیا۔ وحید مراد پاکستان کے وہ واحد فنکار تھے جن کے مداحوں نے سب سے پہلے ان سے منسوب ایک فین کلب ”آل پاکستان وحیدی کلب“ قائم کیا کسی بھی فنکار کے مداحوں کی جانب سے بنایا گیا یہ پاکستان کا پہلا فین کلب تھا اس سے قبل پاکستان میں ایسی کوئی روایت نہیں تھی، آل پاکستان وحیدی کلب کے علاوہ ان کے مداحوں نے آل پاکستان پرنس وحیدی کلب اور آل پاکستان وحید مراد آرٹ سرکل جیسی فعال ثقافتی تنظیمیں قائم کیں جنہوں نے وحید مراد کے نام اور کام کو زندہ رکھنے کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ وحید مراد وہ پہلے پاکستانی اداکار تھے جن کے نام پر سب سے پہلے کسی روڈ کا نام رکھا گیا، کراچی میں سابقہ مارشٹن روڈ کا نام بدل کر باقاعدہ سرکاری طور پر ”وحید مراد روڈ“ رکھا گیا۔ وحید مراد وہ واحد پاکستانی اداکار ہیں جنہوں نے اپنے زمانے کی تقریباً تمام ہیروئنز کے ساتھ کام کیا بلکہ وحید مراد کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کے ساتھ فلموں میں ہیروئن آنے والی اداکارہ شمیم آراء، نغمہ اور بہار نے بعد میں کئی فلموں میں وحید مراد کی ماں کا کردار بھی ادا کیا۔ اداکارہ شمیم آراء نے فلم ”وقت“، اور فلم ”جیواور جینے دو“ میں اور اداکارہ نغمہ نے فلم ”آواز“ میں وحید مراد کی ماں کے کردار ادا کیے۔ وحید مراد پاکستان کا وہ واحد فلمی ہیرو تھا جس نے کبھی ٹینگ ٹو اولڈ کردار ادا نہیں کیا وہ کسی فلم میں کسی کا باپ نہیں بنا وہ فلموں میں ہیرو بن کر آیا تھا اور ایک ہیرو کے طور پر ہی اس فانی دنیا سے رخصت ہو گیا بلکہ اس کے ساتھ کام کرنے والے اداکار محمد علی اور ندیم کئی فلموں میں وحید مراد کے

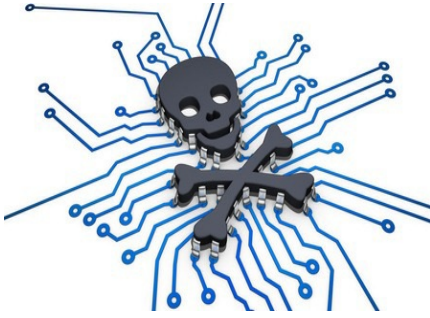
بھائی اور باپ بن کر آئے جن میں خاص طور پر فلم ”آواز“ جس میں اداکار محمد علی نے وحید مراد کے باپ کا کردار ادا کیا اور فلم ”جیواور جینے دو“ جس میں اداکار ندیم نے وحید مراد کے باپ کا کردار ادا کیا۔ جبکہ محمد علی نے بہت سی فلموں میں وحید مراد کے بڑے بھائی کا کردار ادا کیا۔ وحید مراد نے یوں تو بہت سے مرد فنکاروں اور فلمی ہیروئنز کے ساتھ کام کیا لیکن ان کو سب سے زیادہ اداکار محمد علی اور اداکارہ رانی کے ساتھ پسند کیا گیا اور ان دونوں فنکاروں کے ساتھ ریلیز ہونے والی وحید مراد کی اکثر فلمیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔ جس دور میں وحید مراد فلموں میں کام کیا کرتے تھے اس دور میں کسی بھی نئی اداکارہ کو فلموں میں انٹرو ڈیوس کروانا ہوتا تو فلمساز اور ہدایتکار ہمیشہ اس اداکارہ کو سب سے پہلے وحید مراد کے ساتھ ہی ہیروئن کے طور پر کاسٹ کیا کرتے تھے جیسے اداکارہ انجمن کو فلم ”وعدے کی زنجیر“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر متعارف کروایا گیا اور اسی طرح اداکارہ روجی بانو کو فلم ”ضمیر“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر انٹرو ڈیوس کروایا گیا، غیر ملکی اداکارہ شمیم سنگھ کو فلم ”کالا دھندہ گورے لوگ“ میں وحید مراد کی ہیروئن کے کردار میں فلم بیٹوں سے متعارف کروایا گیا۔ اداکارہ سائرہ کو فلم ”چھوٹے میرے گلشن کا“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر متعارف کروایا گیا، اداکارہ نیلم کو فلم ”بندھن“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر منظر عام پر لایا گیا غرض یہ کہ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ جب بھی کسی اداکارہ کو لوی ووڈ میں پہلی بار چانس دیا گیا تو اس کے مد مقابل ہیرو کے کردار کے لیے ہمیشہ وحید مراد کو ہی چنا گیا۔ وحید مراد نے تمام فلموں میں بطور ہیرو ہی کام کیا لیکن صرف ایک فلم ”دیشیے کا گھر“ میں انہوں نے اداکار شاہد کے مد مقابل ”ولن“ کا کردار ادا کیا۔ وحید مراد کے آخری دور کی فلم ”آہٹ“ وہ واحد فلم ہے جس میں وحید مراد پر کوئی گانا بچکاؤ نہیں کیا گیا جبکہ ان کی آخری فلم ”ہیرو“ وہ واحد فلم ہے جس میں وحید مراد نے اپنے ایک کردار کو نبھانے کے لیے اپنے مشہور زمانہ ہیئر اسٹائل کو تبدیل کر کے بال ماتھے سے اوپر کر کے بنائے۔

وحید مراد کو ان کے خاندان میں پیار سے سب ”ویدو“ کہہ کر بلاتے تھے۔ وحید مراد چٹ پٹے مصالحہ دار کھانے بہت شوق سے کھاتے تھے خاص طور پر جھینگا، مچھلی اور نہاری ان کے پسندیدہ کھانے تھے جبکہ لہسن کی چٹنی ان کے دستر خوان کا لازمی حصہ ہوا کرتی تھی۔ وحید مراد بہت صاف گو اور نفیس انسان تھے جو ان سے ایک بار مل لیتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وحید مراد کی بیٹی عالیہ مراد اور بیٹا عادل مراد دونوں ہی نے شوہر کی دنیا میں قدم رکھا لیکن عالیہ مراد لیڈی ٹیچر بننے والی ایک کمپنی کے اشتہار میں اداکارہ انیتا ایوب کے ہمراہ ماڈلنگ کرنے کے کچھ ہی عرصہ بعد شادی کر کے شوہر کی دنیا سے دور

چلی گئیں جبکہ عادل مراد نے شوہر کی فیملی میں خاصی کامیابی حاصل کی اور اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے آپ کو منوایا، وہ مقامی ٹی وی چینل کے ایک مقبول پروگرام ”سچ کا سامنا“ کے ہوسٹ بھی بنے اور ان کے اس پروگرام نے پسندیدگی کی سند حاصل کی۔ کل کا چابیڈ اسٹار عادل مراد آج ایک کامیاب اداکار اور پروڈیوسر بن چکا ہے جس کی بنائی ہوئی ٹیلی فلمیں اور ٹی وی ڈرامے ناظرین میں مقبولیت حاصل کر رہے ہیں، پروڈکشن اور ڈائریکشن کے ساتھ بعض ٹیلی فلموں اور ڈراموں میں عادل مراد نے عمدہ اداکاری کر کے اپنے مداحوں کا ایک حلقہ بنالیا ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کے مقبول ترین فلمی ہیرو وحید مراد کا شروع کیا سفر ابھی ختم نہیں ہوا ہے کہ عادل مراد کی شکل میں ایک باصلاحیت پروڈیوسر، ہدایتکار، ہوسٹ، اور اداکار لوی ووڈ فلم انڈسٹری اور ٹی وی چینلز پر اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر کامیابی کے سفر پر گامزن ہے۔

وحید مراد کا شاندار کام ان کے نام کو فن کی دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا کہ وحید مراد جیسے منفرد، اسٹائلش اور باصلاحیت اداکار صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں تک یاد رکھے جاتے ہیں جب تک فن، فنکار اور فنکاروں کے قدردان موجود ہیں وحید مراد کا نام فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ ان جیسا فنکار ان کے زمانے میں کوئی تھا نہ آج ہے اور نہ ہی آنے والے کل میں پیدا ہوگا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے انتقال کر جانے کے 33 برس بعد بھی کوئی دوسرا پاکستانی فنکار ان جیسی بے مثال اور ریکارڈ ساز مقبولیت حاصل نہیں کر سکا، بہت سے فنکاروں نے وحید مراد کے اسٹائل کو کاپی کیا لیکن کوئی بھی وحید مراد کی جگہ لینے میں کامیاب نہ ہو سکا کہ بعض لوگوں کے چلے جانے سے جو غلا پیدا ہوتا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ وحید مراد مرحوم کی مغفرت فرماتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے (آمین)





1983ء میں ایسے پروگرامز کو وائرس کا نام دیا گیا۔ 1985ء میں وائرس سے ملنے جلتے پروگرام سامنے آئے جس کے نتیجے میں وائرس پروگرام کو ترقی ملی 1986ء میں برین وائرس (Brain Virus) سامنے آیا۔ جو ایک سال کے اندر اندر ساری دنیا میں پھیل گیا۔ 1988ء میں ایک وائرس کا پتہ لگا جس نے پوری یونائیٹڈ اسٹیٹ میں تہلکہ مچا دیا اور اسی طرح 1990ء کی دہائی میں اور اسکے بعد تک وائرسز کی اقسام بہت ہی پیچیدہ ہو گئی۔

## وائرس کا اثر انداز ہونا

وائرس کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ وائرس ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں منتقل ہوتے ہیں اور جب وہ اپنا کام شروع کر دیں تو پھر وہ کسی بھی فلیش ڈسک یا ہارڈ ڈرائیو جو ایک کمپیوٹر سسٹم کا حصہ ہے ان میں منتقل ہو جاتا ہے۔



اور اس طرح سارے نیٹ ورک اور دوسرے کمپیوٹرز میں خرابیاں پیدا کرنے لگ جاتا ہے ایسے وائرس عام طور پر Professional Main Frame Systems کی نسبت Personal Computers میں زیادہ پائے جاتے ہیں کیونکہ ان پروگرامز کو سی ڈیز یا فلیش ڈسک کے ذریعے پھیلا یا جاتا ہے۔ جو Personal Computers کمپیوٹر استعمال کرنے والوں کے کام آتی ہے۔ وائرسز صرف اس وقت عمل پیر ہوتے ہیں جب ان کے پروگرام کو استعمال کیا جائے لہذا اگر کوئی کمپیوٹر کسی انفارمیشن ورک سے منسلک ہے ضروری نہیں کہ اس کمپیوٹر خرابی پیدا ہو تاہم ایسے وائرس پروگرام ہیں جو کمپیوٹر یوزر کو لالچ دے کر اپنا پروگرام استعمال کرواتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض ایسے وائرس ہیں جو کسی ایجنٹ پروگرام کے ساتھ اٹیچ ہو جاتے ہیں لہذا جب ان پروگرام کو چلایا جاتا ہے تو وائرس بھی ایکٹو ہو جاتے ہیں۔

## وائرس کی تاریخ

1949ء میں ہنگری کا ایک باشندہ جو امریکہ میں قیام پزیر ہو چکا تھا یعنی (John Von Neumann) نے نیوجرسی کی ایک انسٹی ٹیوٹ میں یہ ارادہ کیا کہ اس بات کا پتہ لگایا جائے کہ کیا کمپیوٹر پروگرام ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں خود بخود منتقل ہو سکتے ہیں یا نہیں لہذا 1950ء کی دہائی میں ایک ایسی کھیل بنائی گئی جس کے نتیجے میں اس کھیل کو کھیلنے والے چھوٹے چھوٹے کمپیوٹر پروگرام بناتے تھے جو اپنے حریف کے سسٹم پر حملہ آور ہوتے تھے اور اسکے پروگرام کو مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔

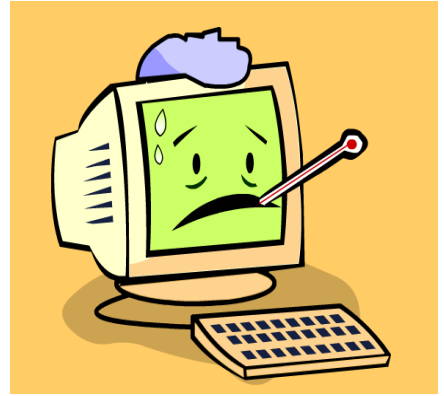
## کمپیوٹر وائرس

مصنف: یوسف

کمپیوٹر وائرس (Computer Virus) ایسا پروگرام ہے جو اپنے آپ کو ایک Computer سے دوسرے کمپیوٹر میں داخل کرتا ہے اور جس میں بھی وہ داخل ہوتا ہے اس کے ہارڈ ویئر یا سوفٹ ویئر میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔

## وائرس کا کام

وائرس کو اس طریقے سے ڈیزائن کیا جاتا ہے کہ وہ ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں منتقل ہوتے وقت یوزر کے علم سے بچ جائیں اور پتہ بھی نہ لگے کہ وائرس داخل ہو چکا ہے۔ جب وائرس کمپیوٹر میں داخل ہو جائے تو وہ کمپیوٹر کو اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے وائرس کی ان ہدایات کو جو کسی سسٹم کو خراب کرنے کا باعث بنتی ہے (Payload) کہا جاتا ہے تاہم (پے لوڈ) کسی بھی فال یا پیغام کو خراب کر دیتا ہے یا پھر اس کو بدل دیتا ہے۔ لہذا کمپیوٹر کا نظام خراب ہو جاتا ہے۔



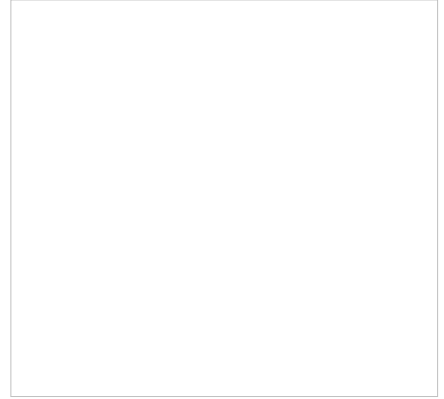
اور بھی ایسے پروگرام ہیں جو کمپیوٹر پروگرام کے لئے نقصان دہ ہے لیکن ان میں یکساں طور پر یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں کہ وہ خود بخود ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں منتقل ہو جائیں اور پھر ان کا کھوج بھی نہ لگایا جاسکے۔ لیکن پھر بھی ایسے پروگرامز وائرس سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ کسی کھیل کی صورت میں آسکتے ہیں اور پھر اپنا کام دکھاتے ہیں ان میں سے بعض پروگرامز ایسے ہیں جو اس وقت تک عمل پیر نہیں ہوتے جب تک وہ ایک خاص تاریخ یا وقت کو نہ پالیں۔ اور پھر کسی مخصوص حرف کو یوزر ٹائپ نہ کرے ایسے بھی نقصان دہ پروگرامز سامنے آتے ہیں جو اپنے آپ کو کاپی کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کا حجم کمپیوٹر کی میموری پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس طرح کمپیوٹر کا کام سست پڑ جاتا ہے۔





## بڑھتے ہوئے وزن سے پریشانی

اگر آپ بڑھتے ہوئے وزن سے پریشان ہیں تو اسکا ایک آسان سا حل بھی موجود ہے دو سو پچاس گرام شہد لیں۔ ایک سو اسی ملی لیٹر سفید سرکہاور دو سو پچاس گرام باریک کنٹا لہسن کے ساتھ اچھی طرح مکس کر کے کسی ایئر ٹائٹ بوتل میں بھر کر فریج میں رکھ دیں۔ اور روز نہار منہ ناشتے سے پہلے دو چمچے استعمال کریں۔



کوشش کریں کہ ان پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں۔ اپنے شیپو اور تیل ہر دو ماہ بعد اپنے بالوں اور جلد کے مطابق تبدیل کریں۔ ہیز فال زیادہ ہو تو شیپو کا استعمال نہ کریں بہت سی جڑی بوٹیاں اسکا نعم البدل بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسے املہ ریٹھا سیکا کائی۔ بال جھڑ کا استعمال کر سکتے ہیں۔ نہار منہ شہد کا استعمال کریں مچھلی کا استعمال زیادہ سے زیادہ رکھیں۔ اسکے علاوہ آپ تیل میں ہفتے میں ایک دن لگا کر اور لیمن جوس ملا کر بھی بالوں میں ہفتے میں ایک دن لگا کر مساج کریں اور تین سے چار گھنٹوں کے بعد سر کو اچھی طرح دھولیں تو اس سے بھی کافی فرق پڑے گا اگر بال تیزی سے گر رہے ہیں تو رات کو کچھ مینتی کے دانے پانی میں جھگو کر رکھ دیں۔ اور صبح سر میں تین سے چار گھنٹے لگا کر سر کو کور کر دیں۔ پھر سر کو دھو کر جڑوں میں ہلکا سا آئل لگالیں۔ یا نیم گرم پانی میں لیمن ملا کر ہلکا سا مساج کر لیں۔ بال گرنا رک جائیں گے اور چمکدار بھی ہوں گے۔ اگر یہی عمل بکری کے دودھ کے ساتھ دہرایا جائے تو ایک سے ڈیڑھ ماہ میں ہی نتائج سامنے آجائیں گے اور بال پہلے سے اچھا اور گھنا نکلے گا یہ عمل ہفتے میں دو دفعہ لازمی کرنا ہے۔

## سوچے ہوئے پاؤں

اگر آپ کے پاؤں بیٹھے بیٹھے سوچ جاتے ہیں۔ تو روزانہ رات کو ایک پلاسٹک کے ٹب میں پانی کے اندر ایک چمچہ زیتون کا تیل ملا کر کچھ وقت کے لیے پاؤں پانی میں ڈبو کر رکھیں۔ جلد ہی تکلیف میں آرام ہوگا۔

## پیروں کی صفائی اور خوبصورتی کے لیے

ایک سفید شلجم چمیل کر اہال لین اور پھر کچل کر پانی میں ملا دیں اور شیپو اور تھوڑی ہلدی شامل کر کے کچھ دیر پیروں کو نیم گرم پانی میں ڈبو کر رکھیں۔ اسکے بعد پیڈی کیور کٹ اگر ہو تو ورنہ کسی نرم برش کی مدد سے انگلیوں اور ناخنوں کی اچھی طرح صفائی کریں۔ اور خشک کر لیں یہ عمل روز کریں۔ آپ پانی میں اورک کا پانی بھی ڈال سکتی ہیں۔ اسکے علاوہ دودھ میں ہلدی ملا کر اس سے بھی پاؤں اور ہاتھوں کا مساج کر سکتی ہیں۔

## توانا بال اب آپ بھی بنائیں

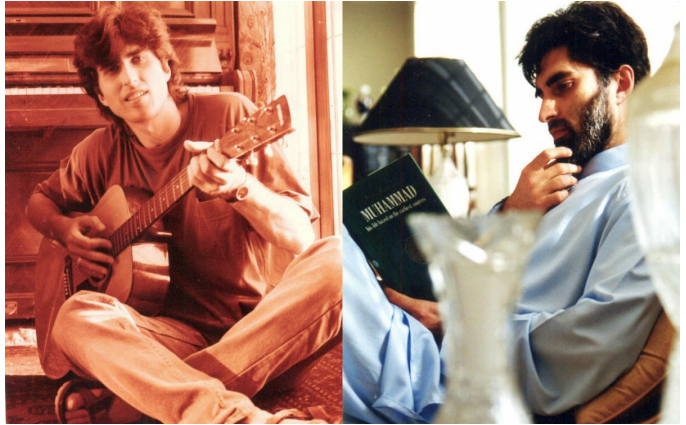
بال حسن کی علامت ہیں۔ اگر ان میں گرے جھڑنے یا سفید ہونے یا خشکی کا عمل شروع ہو جائے یا دو شاخہ نیز ایسی کی پروبلمز ہیں جو بالوں کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ تو



## جنید جمشید دلوں میں زندہ رہے گا

مصنف: اسد احمد

دنیا میں انسان کا ٹھکانہ عارضی ہے دنیا میں موجود ہر ایک چیز کا وجود عارضی ہے اور وہ فانی ہے اور موت اٹل ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی ہے موت نے ایک نہ ایک ہمیں گلے لگا نا ہے اور ہم پھر اس جہاں فانی سے کوچ کر جانا ہے موت کے بعد کوئی لوٹ کر واپس نہیں آتا ہے اور جب موت کا وقت آتا ہے تو ایک پل کی مہلت نہیں دیتا اور فرشتہ پل میں روح قبض کر پرور کر جاتا ہے اس دنیا میں ہمیں اپنے آنے والے پل کی بھی خبر نہیں نکس پل موت گلے لگاتی ہے انسان اس عارضی مکاں کو سب کچھ تصور کر لیتا ہے انسان کو بھلا کوں سمجھے کہ کسی سواری کا مسافر منزل کو لوٹ جاتا ہے ناکہ اس سواری کو اپنی منزل تصور کر لیتا ہے جب انسان اس دنیا کو اپنی راحت آسائش سمجھتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ وہ تو چند سانس اوجھلے کر آیا ہے اور دنیا بنانے کی مسرت میں مست ہو کر بہت دور چلا جاتا ہے اسے پیچھے مڑ کر دیکھنا ایسا لگتا ہے کہ اس کی بربادی ہے اگر وہ اس دنیا کی بلندی شہرت دولت چھوڑے تو کیسے چھوڑ جس کے لئے اس نے اتنا طویل سفر طے کیا ہے اور وہ اپنی واپسی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اگر کچھ دیر کے لئے اپنی ذات کا جائزہ لیں یا معاشرے میں اپنے ارد گرد نظر دوڑیں تو ایسے افراد سے دنیا بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنی منزل تو پا لی ہے راستے کے چٹاؤ میں غلطی کر بیٹھے ہیں ایک بڑی فتح اور کامیابی کے بعد احساس ہو کہ غلط راستے پر چل کر آئے ہیں تو اس دولت عزت شہرت نے واپسی پر اٹھتے قدموں میں بیڑیاں ڈال دیں اور واپسی کی جانب اٹھتے قدموں کو تھمنے پر مجبور کر دیا پھر جو لوگ ان بیڑیوں کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں تو وہ ساری حیاتی اس کونائیں میں غرق رہتے ہیں کچھ ایسے بھی باہمت ہوتے ہیں جب وہ اس شہرت دولت والی منزل کے قریب ہوتے ہیں یا منزل پا چکے ہوتے ہیں تو ان کے ضمیر کو ملنے والی اللہ کی جانب ہدایت کو اس منزل سے منہ موڑنے پر مجبور کر دیتی ہے اور وہی ہدایت ان بیڑیوں کو توڑ کر اس رائے حق پر لے آتی ہے جس سے شاید وہ اب تک غافل تھا۔



جنید جمشید بھی انہی انسانوں میں سے ایک تھے جو اس ہدایت کو منزل کی پہلی سیڑھی سمجھتے ہوئے اس خدا واحد لائبریک کی راہ پر میں نکل پڑا جس نے اپنی کئی سالوں کی محنت کے بعد حاصل ہونے والی منزل کو پل میں ٹھکرا کر اس حقیقی سفر میں راحت سفر باندھا جس پر چلنے کے لئے اللہ پاک اپنے پیاروں کو نوازتا ہے اس بات سے ہم انکار نہیں سکتے کہ جنید جمشید نے زندگی میں جو بھی کام کیا وہ انتہا تک کیا اور خوب محنت اور لگن سے کیا جس میں وہ پختہ ارادے سے ڈٹ کر اس کام کو سرانجام دیتے تھے اس نے موسیقی کے فن کا آغاز ہی دل سے کیا جس میں اس کے سر سے نکلا پہلا لفظ ہی دل دل پاکستان تھا جو ایک سچا حب الوطن ہی کر سکتا ہے جنید جمشید 1964

کو جب کچھن اکبر خان جندی کے گھر کر اچی میں پیدا ہوا تو اس وقت کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا ہو گا کہ یہ بچہ ایک دن اتنا عظیم ہو جائے گا کہ اپنے آپ کو رہتی دنیا میں امر کر جائے گا جنید جمشید کے والد اتر فورس میں کپٹن تھے تو فوج سے نسبت کی وجہ سے وہ اپنے بیٹے کو اتر فورس میں پائلٹ بنانا چاہتے تھے اس مقصد کے لئے جنید جمشید نے لاہور کی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے ٹیکنیکل انجینئرنگ ڈگری حاصل کی اور بعد میں پاکستان اتر فورس میں سولین کنٹر کیئر کے طور پر ملازمت حاصل کی جب 1983 میں پہلی مرتبہ جنید جمشید نے راک سگر کے طور پر یونیورسٹی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو شرکاء نے بہت پسند کیا پھر دوستوں کے ساتھ مل کر ایک میوزیکل گروپ بنایا کچھ سالوں کی محنت رنگ لے آئی اور 14 اگست 1987ء کو پاکستان کے یوم آزادی کے دن وطن سے محبت کا اظہار ”دل دل پاکستان جان جان پاکستان“ جیسے سدا بہار ملی نغمے سے کیا وہ ملی نغمہ اتنا مشہور ہوا کہ اس وقت لے کر اب تک عوام میں مقبول ہے جو اب بھی دنیا کے بہترین قومی نغموں کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے جنید جمشید کا وائٹل سائنس گروپ مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے چھا رہا ہے جنید جمشید نے اپنی صلاحیتوں سے پاکستان میں پاپ میوزک کو بام عروج بخشا 1994ء میں جنید جمشید نے اپنا پہلا سولو البم نکالا جس نے آتے ہی پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں دھوم مچا دی یہ جنید جمشید کی زندگی کا عروج تھا۔

پر جنید جمشید اتنی شہرت پانے کے بعد بھی اپنی زندگی سے مطمئن نہ تھے اور ہمیشہ اس چیز کو محسوس کرتے تھے کہ ان کی زندگی میں کسی چیز کی کمی ہے انہوں نے کچھ سال قبل ایک ٹی وی پروگرام میں بتایا تھا جب وہ گلوکاری کے فن میں عروج پر تھے وہ گھٹن محسوس کرتے تھے اور اپنی زندگی کو کسی کی وجہ سے اوجھڑا سمجھتے تھے شاید یہ گھٹن یہ غیر مطمئن ہونے کی کیفیت اور تڑپ وہ بدابت تھی جو ان کے دل میں کسی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ہلکی سی روشنی محسوس کی جاتی ہے ایسی ہلکی اور دھیمی روشنی جو ایک اندھیرے کے اختتام اور روشنی کی ابتداء کے درمیان ہوتی ہے جس کو دیکھا تو نہیں جاتا سکتا ہے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ اب اندھیرا اپنے انجام کو پہنچ رہا ہے جنید جمشید نے اس ہدایت کی اس دھیمی روشنی کو اپنی شہرت اور بلندی کے اندھیرے میں ڈوبنے نہیں دیا بلکہ اس روشنی کی کھوج لگانا شروع کر دی آخر اس ہلکی اور دھیمی روشنی کی آمد کدھر سے ہے پر اس بات کا اندازہ جنید جمشید کو بھی نہ ہو گا کہ اس ہلکی مدھم روشنی جس کے پیچھے وہ چل پڑا ہے اس کو ایک دن ایسے روشن دن میں لے آئے گی جس سے اس کی دنیا اور آخر سنور جائے گی۔

مولانا طارق جمیل سے ہونے والی اتفاقی ملاقات نے جنید جمشید کی دنیا بدل دی پھر وہ اچانک موسیقی کی دنیا کو خیر باد کہے کر خیر کے راستے چل پڑے اور گھر کے قریب واقع مسجد کے دروازے پر دستک دینے کے بعد اس نے جو لذت خدا کی راہ میں نکل کر پائی جس کی کمی وہ ہمیشہ محسوس کرتا تھا 2004ء کے بعد جنید جمشید تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے اچانک اپنا پیشہ جس کی بنیاد پر ان کو عزت شہرت ملی تھی چھوڑ کر پریشانی تو ہوئی اپنے پرانے کی طرف سے تنقید کے نشتر بھی چلائے گئے لیکن خدا کا بند سجدے کی لذت کو پا چکا تھا جس تنقید کے نشترے اثر ثابت ہو رہے تھے پر جنید جمشید نے ہمت نہ ہاری اور اس لگن میں بے بے کے نام سے اپنا کاروبار شروع کیا جس کو جاری وساری رکھا جو دنیا میں فیشن برانڈ بن گیا جس کے آؤٹ لٹ پورے پاکستان میں تھے جنید جمشید مسلسل تبلیغ کی راہ میں چلتے رہے کیونکہ ماضی میں جس غفلت کی اذیت سے وہ گزرتا رہا ہے وہ ہی اس کو اچھے طریقے سے محسوس کر سکتا ہے اس احساس کو لے کر وہ تبلیغ کی راہ پر نکل پڑتا تھا اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خدا کی راہ پر لانے کی جستجو کرتا رہا جنید جمشید میں خلق خدا سے محبت کا جذبہ بلند تھا وہ ایک طرف اپنے مسلمان بھائیوں کی آخرت سنوارنے کے لئے تبلیغ کرتا تھا اور ساتھ ہی غریب نادار مفلس بھائیوں کی امداد کرتا تھا ٹی وی پروگراموں کے ذریعے فلاح کا درس دیتا تھا اس نے موسیقی چھوڑی تو حمد ثناء اور نعتیں پڑھنا شروع کر دی کبھی انسانیت کے درس میں ڈوب کر خدمت انسانیت میں ڈٹ جاتے اور گلیوں کے پکڑے صاف کرنے کی مہم میں لگ جاتے اعلیٰ اخلاق کا بیکر محبتیں بانٹنے والا جنید جمشید بچوں بڑوں مردوں عورتوں جوانوں اور بزرگوں سب میں مقبول تھا جس کی وجہ سے دنیا میں 500 با اثر مسلمانوں کی شخصیات میں ان کا نام شامل تھا

# THE SHOE WORKS IF YOU DO.



The Nike Sweet Classic High is comfortable while still remaining in style. With great quality and a wide variety of colour options, these sneakers are perfect for casual use. Stay fly, stay fresh and get yourself a pair.

## JUST DO IT.



جنید جشید تمام طبقات میں مقبول تھے جس کی وجہ سے ان کا اپنی علماء کے علاوہ لوگوں کھلاڑیوں کی وی انیکروں صحافیوں سیاست دانوں سب میں میل جول بہت اچھا تھا جس طرف بھی جاتے سب میں گھول مل جاتے مذہبی اور لبرل طبقے میں ایک پل کا کردار ادا کرتے تھے جس سے وہ درس تبلیغ اس لبرل طبقے تک لے جاتے تھے جب 7 دسمبر کو ان کی اچانک فضائی حادثے سب موت پر ہر آنکھ اشک بار تھی ہر دل غم زدہ تھا ہر چہرے پر اداسی چھا ئی ہو ئی تھی جس دن جنید جشید کی نماز جنازہ ہوا کی گئی اور تدفین کی گئی تو اس دن جنید جشید کے جنازے کو دیکھ کر رشک آ رہا تھا ہر مسلمان کے دل میں ایسی ہی خواہش پیدا ہو رہی ہو گی یا اللہ ایسی دھوم دھام سے اس دنیا سے رخصتی تو اپنے پیارے بندوں کو عطاء کرتا ہے ہمیں بھی اپنے ان پیارے بندوں میں شامل فرما۔

پر بند پیارا تب بنتا ہے جب وہ اللہ کی راہ میں نکل پڑتا ہے پھر اس راہ میں دولت شہرت سب کو اس راہ میں ٹھکرا کر آگے بڑھتا جاتا ہے اور وہ بندہ خدا پھر انسانیت سے پیار بھی کرتا اور غم خواروں کا غم بانٹتا ہے تب جا کر کہیں اس کو ایسی ہی دنیا سے رخصتی نصیب ہوتی ہے پھر مرنے کے بعد بھی وہ انسان دلوں میں زندہ رہتا ہے جسے آج جنید جشید دلوں میں زندہ ہے

## We'll finish that for you.

Coca-Cola and Delta have big plans for flight cans when you're done with it.



**DELTA**



Coca-Cola, Delta and the Delta logo are trademarks of Delta Air Lines. © 2009 Delta Air Lines. All rights reserved. Coca-Cola has authorized a long-term global license to Delta Air Lines for the use of the Coca-Cola logo on Delta aircraft and related materials.

## عورت

مصنف: اشرف

کی بہنوں بیٹیوں کو اپنی بہن بیٹی سمجھنا شروع کر دیا جس گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے بھائی باپ مہذب ہو جاتے ہیں، ماں باپ کہتے ہیں آج سے فحش بات نہیں ہوگی اب ہمارے گھر میں بیٹی آگئی ہے۔ آج بھی جب کوئی بیٹی کسی کو بھائی کہہ کر بلاتی ہے تو لوگ اپنی نظریں احرام میں جھکا لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں آج بھی طلاق دینے والے مردوں کو اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ لوگ ایسے لوگوں سے رشتے ناطے تعلقات استوار نہیں کرتے، عورت کے ساتھ زیادتی پر پورا معاشرہ آتش فشاں بن کر پھٹ پڑتا ہے، ماں بہن بیٹی سے تلخ کلامی پر یا ایک آواز پر مرد اپنے ہی جیسے مردوں کو مار مار کر حالت خراب کر دیتے ہیں۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں دلاوی، نانی، ماں، خالہ کو عقل شعور کی علامت سمجھا جاتا ہے ان کے مشوروں کے سامنے مرد سرگم ہوتے نظر آتے ہیں۔ بیٹی کے رشتے کے مشورے کے وقت برے سے برا آدمی بھی ٹھیک مشورہ دیتا ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر معاشرے میں آج بھی عورت یورپ، امریکہ سے زیادہ محفوظ ہے، اقوام متحدہ کی ایک قرار داد کے مطابق ۸ مارچ کو "خواتین کا عالمی دن" کے طور پر پوری دنیا میں منایا جاتا ہے، یہ قرار دار ۱۹۵۷ء کو منظور کی گئی خواتین نے اپنے حقوق کے لیے ۱۹۰۷ء میں پہلی بار آواز بلند کی اس دن مارچ کی ۸ تاریخ تھی یہ کمزور آواز آگے جاکر توانا ہو گئی پھر اس کی بازگشت اقوام متحدہ میں بھی گونجی اور یوں یہ دن خواتین کا دن قرار پایا۔ یہ تو ہے خواتین کے عالمی دن کا پس منظر لیکن پاکستان کے مغرب نواز دانشوروں اور اہل مغرب کی خدمت میں عرض ہے کہ اسلام اس حوالے سے ثابت شدہ اولیت اور سبقت کا حامل ہے۔ آقا کریم ﷺ نے خطبہ جنتہ الوداع جسے منشور انسانیت کہنا چاہیے میں سرتاج الانبیاء ﷺ نے عورت کی شان اور حقوق کے بارے میں واضح طور پر کہہ دیا تھا سچ تو یہ ہے کہ یورپ افریقہ اور امریکہ میں عورت کی شناخت اور حقوق کے حوالے سے اسلام سے کئی صدیوں بعد آواز اٹھی یورپ میں عورت کے حقوق کی بات کی تاریخ صرف ایک صدی پرانی ہے جبکہ اسلام چودہ صدیاں پہلے عورت کو شناخت احرام اور حقوق دے چکا ہے خطبہ الوداع میں سرور کو مین ﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہے۔

”اے لوگو سنو تمہارا رے اوپر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں اس طرح ان پر بھی تمہارے حقوق، پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں پسند نہ ہو وہ کوئی خیانت نہ کریں اور کھلی بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں اور تم انہیں اچھی طرح لباس اور خوراک مہیا کرو، ان کے بارے میں اللہ کا خوف رکھو لحاظ رکھو تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اسی کی اجازت سے وہ تم پر حلال ہیں۔“

اس طرح تاریخ انسانی میں اسلام نے پہلی بار عورت کو مرد کی طرح معاشرے کا کارآمد فرد مانا۔ اس کے مالی مفادات اخلاقی قانونی حقوق کا تحفظ کیا۔

میں خوشگوار حیرت سے اپنے سامنے بیٹھی نوجوان طالبہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شرم و حیا اور اعلیٰ کردار کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی اس کا آہنی عزم مجھے بہت متاثر کر گیا تھا۔ وہ اپنی جوانی کے دور سے گزر رہی تھی جوانی منہ زور ہوتی ہے جوانی میں اپنے خوابوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ جوانی کا منہ زور سیلاب جب چڑھتا ہے تو ماں باپ بہن بھائی بھول جاتے ہیں جوانی میں ہر نوجوان اپنی جوانی اور طوفانی جذباتوں کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ لیکن میرے سامنے پنجاب یونیورسٹی کی ماسٹر ڈگری کی طالبہ بیٹھی تھی جو اپنی دوست کے ساتھ آئی تھی آنے کا مقصد خدا کا قرب اور اللہ کی رضا تھا۔ باتوں باتوں میں جب میں نے پوچھا بیٹی تم شادی اپنی مرضی سے کرو گی یا ماں باپ کی مرضی سے تو وہ اعتماد سے بھرپور لہجے میں بولی جہاں میرے ماں باپ کریں گے میں وہیں کروں گی۔ میں نے اگلا سوال دافا کیا کوئی لڑکا تمہیں پسند کرتا ہے تو وہ بولی ہاں کرتا ہے لیکن میں شادی اسی صورت میں کروں گی جب میرا باپ خوشی سے اجازت دے گا اور یہی بات میں نے اس لڑکے سے کہہ رکھی ہے کہ اپنا کیریئر بناؤ پھر میرے والد سے میرا ہاتھ مانگو، اگر وہ مان گئے تو ٹھیک ورنہ تم اپنے گھر، میں اپنے گھر، میں نے پوچھا اگر تمہارے والد صاحب نے انکار کر دیا تو وہ پورے عزم سے بولی میرے لیے میرا باپ سب سے اہم اور قیمتی سرمایہ ہے وہ باپ جس نے میرے لیے اپنی جوانی خرچ کر دی دن رات میرے لیے کام کیا میری ننھی سے ننھی خوشی کے لیے اپنی جان لگا دی اس باپ، بھائی اور ماں کے لیے میں ایسی حماقت سوچ بھی نہیں سکتی میرے لیے میرے باپ کی عزت غیرت سب سے اہم ہے۔ باپ کا ذکر کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں عقیدت و احترام کی قدیلیں روشن ہو گئی تھیں اور میں رشک کر رہا تھا اس باپ ماں بھائی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اسی شرم و حیا والی کردار کا پیکر بیٹی عطا کی تھی۔ لڑکی کچھ دیر میرے پا س بیٹھ کر چلی گئی میں فخر محسوس کر رہا تھا کہ ایسے گوہر نایاب عظیم بیٹیاں صرف عالم اسلام اور پاکستان میں ہی ملتی ہیں۔

میں جب بھی یورپ، یو کے جاتا ہوں تو وہاں جب پاکستانی ماں باپ کی بچیوں کو مغربی رنگ میں رنگے دیکھتا ہوں تو شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ہم پاکستانی کتنے مقدر والے ہیں جہاں بیٹیاں بہنیں بھائیوں اور باپ کی غیرت کے لیے پتہ ہی نہیں چلتا کب جوانی سے بڑھاپے کی وادی میں آتے جاتی ہیں پاکستانی ماں باپ شرم و حیا کے پیکر ان بیٹیوں سے سرفراز ہیں۔ کچھ لوگ یہ نہیں جانتے کہ پاکستان کی ماؤں عورت جو مغرب نوازی کی جگالی کرتی نظر آتی ہے وہ یہ بھول جاتی ہے کہ بلاشبہ مردوں کی برتری کے اس معاشرے میں عورت اپنے اصل مقام اور حقوق سے پوری طرح فیض یاب نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود عورت کو جو مقام یہاں حاصل ہے یورپ یو کے اور امریکہ کی عورتیں اس عزت اور مقام کی خوشبو سے بھی محروم ہیں پاکستان کی اکثریت آج بھی دیہات میں رہتی ہے آپ کسی بھی گاؤں چلے جائیں عورت کو دیکھ کر لوگ راستہ بدل لیتے ہیں۔ نظریں نیچی کر لیتے ہیں۔ رشکوں بسوں ٹہینوں میں ان کے لیے سیٹوں سے اٹھ جاتے ہیں بہن بیٹی ماں جی کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں سگریٹ نوشی نہیں کرتے، بلند آواز سے بات نہیں کرتے اگر مرد گھبرا جائیں تو کسی عورت کے آنے سے خاموش اور مہذب ہو جاتے ہیں، آپ نے اکثر مردوں کے منہ سے ایک فقرہ سنا ہوگا کہ میں بھی بہنوں کا بھائی ہوں میں بھی بیٹی کا باپ ہوں بہنوں بیٹیوں والا ہوں، جس گھر میں بیٹی پیدا ہوگئی تو لوگوں نے شراب نوشی ترک کر دی۔ برائی کے سارے کام چھوڑ دیے دوسروں

